© rasailojaraid.com

مقالات

تحریر: الدکتور محمد باج الخطیب

ترجمہ: جناب محمد مسعود عبدہٗ

(قسط ۱۸)

اسماء و صفات باری تعالیٰ

"اسماء اللہ الحسنیٰ کے معانی"

۲۷۔ اَلْمُذِلُّ

وہ ذات جو اپنے بندوں میں سے جسے چاہے ذلت دے دے ___ چنانچہ عزت کے تمام راستے اس کے لیے بند ہو جائیں اور وہ ہر قسم کی ذلتوں کا نشانہ بن جائے!

تاہم یاد رہے، جس طرح ہم نے "الخافض" اور "الرّافع" کے معانی بیان کرتے ہوئے یہ واضح کیا تھا کہ "الرّافع" کا ذکر کیے بغیر "الخافض" کا مفرد ذکر کرنا ناجائز ہے، اسی طرح اللہ جلّ ثناؤہٗ کو تنہا "المذلّ" کے اسم سے پکارنا جائز نہیں، جب تک کہ اس کے ساتھ اسم "المعزّ" کو شامل نہ کیا جائے ___ یہی حال "المحیی" اور "الممیت" کا ہے!

دراصل یہ اسماء جلیلہ بندے کو خوف و رجاء کی درمیانی کیفیت میں رکھتے ہیں، تاکہ بندہ نہ تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہو، اور نہ ہی اس کے عفو و درگذر کے حوالے سے گناہوں پر دلیر ہو ___ وہ جہاں اللہ رب العزت کی نعمتوں کی قدر و حفاظت کرے، وہاں ایسے امور سے مجتنب بھی رہے جو رب کی ناراضگی کا باعث ہوں ___ وہ اپنے خالق و مالک کی رضامندی کا متلاشی بھی ہو، اور اس کے غضب سے ڈر کر برے افعال و اعمال سے رکا [illegible] ہے!

امام خطابیؒ "المعزّ اور "المذلّ" کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرما[illegible]:

"المعزّ" کا معنی یہ ہے کہ اللہ رب العزت اپنے اولیاء کو طاعت و فرمانبرداری [illegible] صلہ میں عزت دیتے ہیں، دنیا میں ان کے دشمنوں پر انہیں غلبہ عطا فرماتے ہیں، جب کہ آخرت میں انہیں "دارالکرامۃ" (یعنی باعزت گھر) میں ٹھکانا مہیا فرمائیں گے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور "المذال" کے معنی یہ ہیں کہ اللہ جلّ شانہٗ اہلِ کفر کو دنیا میں بھی ذلت و رسوائی (مثلاً جزیہ، پستی، غلامی وغیرہ) سے دوچار کرتے ہیں، اور آخرت میں بھی وہ سزایاب ہوں گے کہ "خلود فی النّار" (یعنی جہنم میں ہمیشہ رہنے) کے مستحق قرار دیے جائیں گے!"

(الاسماء والصفات ص ۸۷)

قرآنِ مجید میں ہے:

"مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ۭ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ" (فاطر: ۱۰)

"جو شخص عزت حاصل کرنا چاہے، تو ہر قسم کی عزت تو اللہ تعالیٰ ہی کو حاصل ہے۔ اور پاکیزہ کلام اسی کی طرف چڑھتا ہے اور نیک عمل اس پاکیزہ کلام کو بلند کرتا ہے!"

سورۃ المنافقون میں ارشاد ہوا:

"وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ"

(المنافقون: ۸)

"عزت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، اس کے رسولؐ اور مومنوں کے لیے بھی۔ لیکن منافق نہیں جانتے!"

ہر دو آیات کا مفہوم یہ ہے کہ عزّتِ مطلقہ اور بالذات اللہ ربّ العزّت ہی کو حاصل ہے، جب کہ دوسرے سبھی حصولِ عزت میں اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں۔ فلہٰذا کسی دوسرے کو اگر کوئی عزت ملتی اور تعزّز حاصل ہوتا ہے تو وہ بالواسطہ ہوتا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت بواسطہ "تعلق مع اللہ"، اور مومنوں کی عزت بواسطہ "تعلق مع اللہ و مع الرسول" صلّی اللہ علیہ وسلّم ہے۔

بالفاظِ دیگر، ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ مومنوں کی تمام تر عزت کتاب اللہ پر ان کے اجتماع، اس پر عمل، نیز اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی سنت کو لازم پکڑنے پر منحصر ہے ——— حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کیا خوب فرمایا کہ:

"انّ اللہ عزّ وجلّ بعث الینا محمّداً صلّی اللہ علیہ وسلّم وکنّا ضلالاً فھدانا اللہ بہ فبہ نقتدی" (مسند احمد، بتحقیق

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

احمد شاکر، ج ۸ ص ۶۸ - ۷۷)

"اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہماری طرف مبعوث فرمایا، آپؐ کی بعثت سے قبل ہم گم کردہ راہ تھے، تو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے ذریعہ ہمیں ہدایت عطا فرمائی، چنانچہ ہم آپؐ ہی کی اتباع کرتے ہیں!"

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضؓ کا ارشادِ گرامی ہے کہ:

"من طلب العزّة بغیر الاسلام فقد ذلّ"

"جو شخص دینِ اسلام کو چھوڑ کر عزت کا متلاشی ہوا وہ یقیناً ذلیل ہوا"

پس مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے "حبل المتین" سے مضبوط تر وابستگی پیدا کریں، تاکہ وہ اس عزت کے مستحق قرار پائیں جو اللہ رب العزت انھیں عطا فرمانا چاہتے ہیں ــــ اور یہی حقیقی عزت ہے ــــ اس سے عدل و انصاف کا قیام عمل میں آئے گا، مسلمانوں کا اسلامی تشخص ابھرے گا، انھیں بلندیاں حاصل ہوں گی، اور دینِ اسلام بھی دیگر تمام عقائد و شرائع اور نظاموں سے ممیز ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام ہی کی بناء پر انسان معزز ہوتا، اس کے عقیدہ، جان، مال، اخلاق کی حفاظت ہوتی، اور اس سے مسلمانوں میں باہمی اتفاق و اتحاد، خلوص و محبت اور اخوت و رحمت ایسی اعلیٰ صفات جنم لیتی ہیں ــــ اسی لیے اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

"یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَ یُحِبُّوْنَهٗۤ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ یُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآىٕمٍ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ" (المائدۃ: ۵۴)

"ایمان والو! اگر کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے گا تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو پیدا کر دے گا، جن کو وہ دوست رکھے اور وہ اسے دوست رکھیں۔ اور جو مومنوں کے حق میں نرمی کریں اور کافروں سے سختی سے پیش آئیں، اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کریں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، جسے چاہتا ہے، عنایت فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑی کشایش والا، جاننے والا ہے!"

۲۸- "اَلسَّمِیْعُ" ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"إِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ" (المؤمن : ۲۰)

"بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا، دیکھنے والا ہے۔"

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ بیان فرماتے ہیں :

"کنّا مع النبیّ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم فی غزاۃ، فکنّا لا نصعد شرفًا ولا نھبط وادیًا الّا رفعنا اصواتنا بالتکبیر، فدنا منّا رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم فقال : یا ایّھا النّاس اربعوا علی انفسکم، فانّکم لا تدعون اصمّ ولا غائبًا، انّما تدعون سمیعًا بصیرًا، انّ الّذی تدعون اقرب الی احدکم من عنق راحلتہ، ثمّ قال صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم : یا عبد اللّٰہ بن قیس، الا اعلّمک کلمۃ من کنوز الجنّۃ؟ قل لاحول ولا قوۃ الّا باللّٰہ" (صحیح بخاری، ج ۹ ص ۲۱۰۔ صحیح مسلم، ج ۴ ص ۲۰۷۶ : حدیث ۲۷۰۴۔ مسند احمد، ج ۴ ص ۳۹۴، ۴۰۷۔ الاسماء والصّفات ص ۴۴۔ التّرغیب والتّرھیب، ج ۲ ص ۴۴۳، ۴۴۶)۔

"ایک غزوہ میں ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہم رکاب تھے۔ ہم جب بھی کوئی چڑھائی چڑھتے یا کسی وادی میں اترتے، بلند آواز سے تکبیر کہتے۔ اس دوران رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم سے قریب ہو کر فرمایا، "اپنے تئیں قابو میں رکھو، تم نہ تو کسی غائب کو پکار رہے ہو اور نہ ہی بہرے کو، تم تو سمیع و بصیر کو پکار رہے ہو — ایک ایسی ہستی کو، جو تم سے انتہائی قریب ہے!"

پھر آپؐ نے فرمایا: "اے عبداللہ بن قیس، کیا میں تمہیں جنت کے خزانوں میں سے ایک کلمہ کی اطلاع نہ دوں؟ یوں کہو: لاحول ولا قوۃ الّا باللّٰہ!"

"السمیع"، "سمع" سے ہے، جو "سامع" (سننے والا) کے معنوں میں ہے، تاہم "سامع" سے زیادہ بلیغ! — کیونکہ یہ "فعیل" کے وزن پر ہے، اور یہ معلوم ہے کہ "فعیل" مبالغہ کا صیغہ ہے — "السّمیع" سے مراد وہ ذات ہے جو ہر اس بات کو سنے، جس کا ادراک مخلوق کر سکتی ہے اور جو اس کے ادراک سے باہر ہے۔ وہ سرگوشیوں اور دلوں کے بھیدوں تک سے واقف ہے — بات ظاہر اً کی جائے یا چھپا کر، تکلّم مبنی بر الفاظ ہو یا خاموشیوں کی زبان، سب اس کے لیے برابر ہے —

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

"وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ" (ق : ۱۶)

"اور ہم ہی نے انسان کو پیدا کیا ہے ، اور جو خیالات اس کے دل میں گزرتے ہیں ، ہم ان کو جانتے ہیں ۔ اور ہم اس کی رگِ جان سے بھی اس کے زیادہ قریب ہیں "

امام خطابیؒ فرماتے ہیں :

"سماع " کے معنی اجابت وقبولیت بھی ہو سکتے ہیں ، جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے :

"اللّٰھم انّی اعوذبك من دعاء لا یسمع[1] " (ترمذی)

"اے اللہ ، میں ایسی دعاء سے تیری پناہ چاہتا ہوں جو سنی نہ جائے (یعنی قبول نہ کی جائے !)

نیز فرمایا :

"اللّٰھم انّی اعوذبك من الاربع : من علم لا ینفع ، ومن قلب لا یخشع ، ومن نفس لا تشبع ، ومن دعاء لا یسمع[2] " وفی روایة : "ومن دعوة لا یستجاب لھا[3] "

"اے اللہ ، میں چار چیزوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں : ایسا علم جو نفع نہ دے ۔ ایسا دل جس میں خشوع نہ ہو ، ایسا نفس جو سیر نہ ہو اور ایسی دعاء جو سنی نہ جائے !"

جب کہ ایک روایت میں " ومن دعوة لا یستجاب لھا " کے الفاظ ہیں (یعنی ایسی دعاء جو قبول نہ ہو !)

اور اسی قبیل سے نمازی کے وہ الفاظ بھی ہیں ، جو وہ رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے کہتا ہے :

"سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ "

یعنی " اللہ تعالیٰ نے اس آدمی کی حمد کو قبول فرمالیا ، جس نے اس کی حمد بیان کی !"

(جاری ہے)

---

[1] [2] اخرجه الترمذی والنسائی عن ابن عمرؓ ، وابوداؤد ، والنسائی والحاکم عن ابی ھریرة ، والنسائی عن انس ـــ یہ حدیث " حسن " ہے (فیض القدیر ج ۲ ص ۱۰۸) ۔

[3] الاسماء والصفات ص ۴۴ ۔

© rasailojaraid.com